دشتِ کربلا
حضرتِ علامہ مولانا حسنین رضا خان بریلوی
WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM
www.muftiakhtarrazakhan.com

دشتِ کربلا

مؤلفہ

تلمیذ و خلیفۂ اعلیٰ حضرت استاذ العلماء

حضرت علامہ مولانا حسنین رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ
مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن۔

اللہ تعالیٰ نے جو فضائل و کمالات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فرداً فرداً عطا فرمائے وہ تمام فضائل ہمارے سرکار سیدِ ابرار احمد مختار ﷺ کی ذات والاتبار میں جمع کر دیے یعنی جناب آدم علیہ السلام جیسی خلافت حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی سلطنت نبینا یوسف علیہ السلام جیسا حسن سیدنا ابراہیم علیہ السلام جیسی خلت جناب موسیٰ علیہ السلام جیسا کلام حضرت یونس علیہ السلام جیسا حسن سیدنا نوح علیہ السلام جیسا شکر عطا فرمایا۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور ان کے علاوہ بہت سے مراتب علیا مرحمت ہوئے جیسے محبوبیت، اصطفا، رویت قرب، شفاعت، علم، عرفان وغیرہ بظاہر صرف فضل شہادت اس بارگاہ عالم پناہ کی حاضری سے محروم رہا اس کی وجہ یہ ہے کہ جو وصف حضور اکرم ﷺ کو عطا ہوا وہ کامل عطا ہوا

اور کمال شہادت یہی ہے کہ آدمی غریب الوطن ہو میدان حرب وضرب قائم ہو اپنے دوستوں عزیزوں کو تہ تیغ ہوتا دیکھے بعض اقارب کا جگر خراش صدمہ خود اٹھائے اور بعض کو اپنے اوپر دست تاسف ملنے کے لیے چھوڑ جائے اس کے اہل وعیال دشمنوں کے ہاتھ قید ہوں اور اس کی لاش بے گوروکفن کھلے میدان میں پڑی رہے دشمنوں کے گھوڑے اُسے پامال کریں اس کا سر کاٹ کر نیزے پر رکھ کر دیگر دیار وامصار میں تشہیر کی جائے اور یہ تمام مصائب وآلام محض لوجہ اللہ برداشت کیے ہوں پھر اگر اس شان سے وہ شہنشاہ ذی جاہ ﷺ میدان وغا میں شہید ہوتے تو مسلمانوں کے دل ٹوٹ جاتے اور اسلام میں رخنہ پڑ جاتا تو حکمت الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ یہ فضیلت اس صاحب لولاک کی ذات پاک کے ساتھ حضرات حسنین کی وساطت سے ملا دی جائے اس لیے کہ یہ حضور اکرم کے اجزا ہیں اور حضور کو بیٹے سے زیادہ عزیز ہیں ان کی شہادت بعینہٖ حضور کی شہادت ہے چنانچہ سرکار والا جاہ کا تعلق خاطر اور دلی محبت جو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہے اُس پر غور کیا جائے تو یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ امامین مظلومین نے نیابۃً اس شرف کو عزت بخشی ہے تاکہ کوئی شرف وفضل ایسا نہ رہے جو اس بارگاہ عرش اشتباہ کی حاضری کا دم نہ بھرتا ہو۔

ایک بار حضور اکرم فخر بنی آدم ﷺ تشریف فرما ہیں داہنی زانو پر مظلوم کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور بائیں پر حضور کے لخت جگر سیدنا ابراہیم بیٹھے ہیں جبریل امیں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ (ﷺ) خدا ان دونوں کو حضور کے پاس نہ چھوڑے گا ان میں سے ایک کو اختیار فرما لیجیے حضور اکرم نے امام حسین کی جدائی گوارا نہ فرمائی چنانچہ تین روز بعد حضرت ابراہیم کا وصال ہو گیا اس واقعہ کے بعد امام عالی مقام جب حاضر ہوتے آپ پیار کرتے اور کمال محبت سے فرماتے:

مَرْحَبًا بِمَنْ فَدَيْتُهٗ بِابْنِيْ.

مرحبا اس پر جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا سرکار دو جہاں اپنے چاہنے والے خدا کی جناب میں سربسجود ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ باہر سے تشریف لاتے ہیں اور پشت مبارک سے لپٹ جاتے ہیں۔ حضور اقدس سجدے کو طول دیتے ہیں اس لیے کہ سر اٹھانے سے

لاڈلے بیٹے حسن کے گر جانے کا احتمال ہے اللہ ری محبت کہ خدا کے حبیب نے اپنے محب کی عبادت میں بھی اپنے پیارے بیٹے حسن کے ملال خاطر کو ملحوظ رکھا فرماتے ہیں ہمارے یہ دونوں بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ فرمایا جاتا ہے کہ ان کا دوست ہمارا دوست ہے اوران کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔

شدنی وہ جو بے ہوئے نہ رہے

دنیا چونکہ عالم اسباب ہے لہٰذا دنیا میں جب کوئی اہم واقعہ ہونے والا ہوتا ہے تو قدرت اس کے لیے پہلے سے اسباب مہیا کر دیتی ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام کا والی کیا پہلے ملک شام میں پھر رفتہ رفتہ تمام ممالک اسلامیہ میں ان کا اقتدار بڑھتا گیا شہادت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد یہ اُن کے ولی جائز تھے ان کے خون کا مطالبہ انہوں نے چوتھے خلیفہ برحق امیر المومنین حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کی سرکار میں پیش کیا اور قاتلوں کو قتل کے لیے مانگا چونکہ ان لوگوں کا بڑا جتھا تھا اور پورا زور تھا خلیفہ برحق امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علانیہ بغاوت کر کے ابھی شہید کر چکے تھے امیر المومنین حیدر کرار نے بخیال فتنہ وہ درخواست قبول نہ فرمائی اس پر باہم شکر رنجی ہوئی نوبت بہ قتال پہنچی جس میں حق بدست امیر المومنین حیدر تھا اور امیر معاویہ کی خطا اجتہادی زمانہ کے امتداد اوران واقعات کے بسط و کشاد سے جناب امیر اپنی امارت میں مستقل ہو گئے مگر چونکہ وہ ایک جلیل القدر صحابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جاں نثار تھے انہوں نے اہل بیت رضوان اللہ عنہم کے مراتب کا لحاظ و پاس رکھا جب جناب موصوف نے ۶۰ھ ماہِ رجب میں وفات پائی یزید پلید ملک شام کے تخت و تاج کا مالک ہوا پس یہیں سے اُن واقعات کا آغاز ہو گیا جو اب تک لوح محفوظ میں محفوظ تھے اُسے کامل یقین تھا کہ نبی زادوں کے ہوتے ہوئے مرجانہ[1] کے جنے کی امارت کوئی نہ مانے گا لہٰذا اُس نے گلزارِ مصطفوی کے

---

[1] یزید کی ماں کا نام تھا۔۱۲

نو شگفتہ پھولوں کی طرف دستِ ستم دراز کیا پہلے چونکہ سیدنا امام حسن کا قتل اُسے منظور تھا ان کی بی بی جعدہ سے ساز و باز کیا اور اس شقیہ سے اس ناری نے یہ وعدہ کر لیا کہ اگر وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا زہر سے کام تمام کر دے گی تو میں اُسے اپنے نکاح میں لے لوں گا چنانچہ اُس نے کئی مرتبہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا زہر نے اثر نہ کیا آخر کار زیادہ مقدار میں زہر دے کر وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہوگئی یہاں تک کہ خاتونِ جنت کے پیارے محبوب خدا کے جگر پارے کے اعضائے باطنی کٹ کٹ کر نکلنے لگے۔ جب یہ خبر وحشت اثر امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچی اپنے پیارے بھائی کے پاس حاضر آئے اور بتولِ زہرا کے جگر گوشوں میں یہ باتیں ہونے لگیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ: پیارے بھائی آپ کو زہر کس نے دیا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ: کیا اُس سے انتقام لینے کا ارادہ رکھتے ہو۔

امام حسین رضی اللہ عنہ: بیشک ضرور انتقام لوں گا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ: اگر میرا قاتل وہی ہے جو میرے خیال میں ہے تو منتقم حقیقی پورا بدلہ لے گا اور اگر وہ نہیں تو مجھے یہ پسند نہیں کہ میری وجہ سے ایک بے گناہ قتل ہو نیز یہ کہ لوگ ہم سے میدانِ حشر میں امید شفاعت رکھتے ہیں نہ کہ ہم ان سے انتقام لیں۔

واہ رے حلم کہ اپنا تو جگر ٹکڑے ہو
پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں

پھر سیدنا امام حسین کو یوں وصیت فرمائی کہ اے حسین! تم کوفیوں پر کبھی اعتبار نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بُلا کر دھوکہ دیں پھر پچھتاؤ گے اور اعدا کے ظلم و جفا سے محفوظ نہ رہ سکو گے یہ کہہ کر سکوت فرمایا اور ۴۷ سال کی عمر شریف تھی کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

امام حسین رضی اللہ عنہ کو دنیا سے گزرنے والے بھائی چلتے چلتے وصیت فرما چکے تھے مگر ہونے والی بات کو کون روک سکتا ہے جس دل ہلا دینے والے واقعہ کا قدوت پہلے سے انتظام کر چکی ہے اب اُس کا وقت جتنا جتنا قریب آتا جاتا ہے اُتنا ہی زبان خلق پر اُس کی

شہرت ہوتی جاتی ہے ابھی جناب ختم رسالت کی تشریف آوری کو تین سو برس باقی تھے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پہلا اشتہار بدیں الفاظ شائع ہوا۔

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا[1]

شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَاب

یہ درد بھرا اعلان ایک جگہ پتھر پر اور دوسری جگہ ارض روم کے ایک گرجا میں لکھا ہوا ملا مگر لکھنے والا معلوم نہ ہوا۔ پھر عہد رسالت میں تو یہ خبر جن وانس وملک میں برابر گرم رہی۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین ام سلمہ کے کاشانہ اقدس میں تشریف فرما تھے ایک فرشتہ (جو پہلے کبھی حاضر نہ ہوا تھا) حاضر ہوا۔ جناب ام سلمہ کو ارشاد ہوا کہ دروازے کی نگہبانی کرو کہ کوئی آنے نہ پائے اتنے میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ باہر سے کھیلتے ہوئے آئے دروازہ کھول لیا اور اپنے چہیتے نانا جان کی گود میں بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیار کرنے لگے۔ فرشتہ نے یوں گفتگو آغاز کی۔

فرشتہ: کیا حضور انہیں چاہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ہاں۔

فرشتہ: وہ وقت قریب آتا ہے کہ حضور کی اُمت انہیں بڑی بے دردی سے شہید کرے گی حضور اگر چاہیں تو میں وہ زمین حضور کو دکھادوں جہاں یہ شہید کیے جائیں گے۔

پھر تھوڑی دیر میں فرشتہ نے مٹی سرخ حاضر کی اور حضور نے اُسے سونگھ کر فرمایا:

رِيْحُ كَرْبٍ وَّ بَلَاءٍ۔

یعنی بے چینی اور بلا کی بو آتی ہے۔

پھر وہ مٹی ام المومنین ام سلمہ کو عطا ہوئی اور ارشاد ہوا کہ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو جاننا کہ آج حسین شہید ہوا۔ انہوں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ چھوڑی اور اکثر فرماتی تھیں کہ جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی۔ وہ کیسا سخت دن ہوگا۔ غرض کہ فرشتوں نے یہ

---

1 کیا وہ گروہ جس نے حضور کو شہید کیا ہے قیامت کے دن اُن کے جد کریم کی شفاعت کا امیدوار ہے۔

وحشت اثر خبر دربارِ رسالت میں پہنچائی اور حضور نے جناب مولیٰ علی کو مطلع کیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر تمام انسانوں میں پھیل گئی۔ اسی بناء پر حضرت مولا علی بھی جنگِ صفین کو جاتے ہوئے جب زمین کربلا پر گزرے بے انتہا روئے اور فرمایا خاندان نبوت کے چند نونہال یہاں روکے جائیں گے۔ یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی۔ یہاں کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں آلِ محمد کے کچھ نوجوان شہید ہوں گے۔ جن پر زمین و آسمان روئیں گے۔ جب یزید کو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے قتل سے فراغ حاصل ہوگیا اس نے ولید کو (جو مدینہ منورہ میں اُسی کی جانب سے والی تھا) لکھا کہ حسین سے، بیعت لے۔ ولید نے امام عالی مقام کو بلا بھیجا امام ولید کے پاس تشریف لے گئے۔ ولید نے امام عالی مقام کو یزید پلید کا خط سنایا اور بیعت کے لیے زبانی بھی عرض کیا۔ امام عالی مقام نے یزید کی شراب خوری و زنا کاری وغیرہ فسق و فجور کے سبب سے صاف انکار کر دیا اور یہاں سے مکہ معظمہ کا ارادہ فرمادیا پھر دوبارہ ولید نے بلا بھیجا۔ فرمادیا: صبح ہو لینے دو اور یہ ارادہ فرمالیا کہ رات میں مع اہل وعیال کے مکہ معظمہ کو کوچ کیا جائے جس شب میں امام عالی مقام نے مکہ معظمہ کا عزم فرمایا ہے وہ شعبان کی چوتھی شب ہے اس خیال سے کہ پھر خدا جانے زندگی میں ایسا وقت ملے یا نہ ملے۔ امام عالی مقام روضۂ انور میں اپنے جد کریم کے حضور حاضر رہے آنکھ لگ گئی ہے خواب دیکھا کہ حضور پر نور تشریف لائے ہیں۔ امام کو کلیجے سے لگا لیا ہے۔ فرماتے ہیں: وہ وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کیے جاؤ اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں۔ یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی۔ اٹھے اور روضۂ اقدس کے سامنے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے ہیں۔ صلاۃ وسلام عرض کر کے سر جھکا لیا ہے اپنے چاہنے والے جد کریم کا فراق یہ ایک ایسا خیال تھا کہ امام عالی مقام کا دل بھر آیا اور زار وقطار رونے لگے۔ حُبِ وطن قدموں پر لوٹتی ہے کہ نہ جائے اور غربت دامن کھینچتی ہے کہ دیر نہ لگایئے مجبوریوں کا تقاضا ہے کہ جلد چلیے رات کے تین پہر گزر چکے ہیں لوگ اپنے اپنے مکانوں میں بے خبر پڑے سو رہے ہیں سارے شہر میں سناٹا ہے کہیں کسی کے بولنے کی آواز کان تک نہیں آتی مگر اس وقت اہلِ بیت کے مکانوں میں چھل پہل ہے جاگ ہو رہی ہے سفر کی تیاریاں ہیں سواریاں کسی جا چکی ہیں امام عالی مقام کے بھانجے

اور اہل وعیال سوار ہو رہے ہیں۔ اُدھر امام عالی مقام مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے اِدھر نبی زادوں کا قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو گیا اہلِ بیت رسالت میں سے صرف محمد بن حنفیہ حضرت مولیٰ علی کے بیٹے اور صغریٰ امام مظلوم کی صاحبزادی یہاں باقی ہیں۔

ع الٰہی کیسا زمانے نے انقلاب کیا

خدا کی شان

یہ وہی مدینہ طیبہ ہے کہ جب ختم رسالت ﷺ کو کفار قریش نے مکہ معظمہ میں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تو یہیں کو ہجرت فرمائی تھی پھر ہجرت کی اطلاع پانے کا ساکنان شہر کا شوق کیسا کچھ شوق تھا اُن کے دلی جذبات اُنہیں روزانہ آبادی سے باہر کھینچ لاتے اور وہ مکہ مکرمہ سے آنے والی راہ کو جہاں تک نظر کام کرتی ٹکٹی باندھے تکا کرتے جب آفتاب کی تمازت دل و دماغ کو پریشان اور تارنظر کو منتشر کرنے لگتی تو لوٹ آتے۔ ایک روز ناوقت ہو جانے کے سبب سے لوٹ چکے تھے کہ ایک یہودی نے بلندی سے کہا کہ اے راہ دیکھنے والو پلٹو تمہاری مراد آئی یہ سنتے ہی دفعۃً لوٹ پڑے اور انتہائی جوش و مسرت کے ساتھ خدا کے محبوب ﷺ کا استقبال کیا پروانہ وار قربان ہوتے ہوئے آبادی تک لائے پھر کیا تھا اہلِ مدینہ نے حبیب کردگار کے قدوم والا کی حد سے زیادہ خوشیاں منائیں دن عید اور رات شب برات سے بڑھا دی اور آج انہیں کے لاڈلے بیٹے حسین سے مدینہ چھوٹتا ہے اور کیسے کچھ کرب و بلا کے ساتھ کہ جس کا برداشت کرنا بھی امام عالی مقام ہی کا کام تھا یہ برکت والا قافلہ جس قدر آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اُسی قدر مدینہ طیبہ کی پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجد نبوی کے بلند مینار سر اٹھا اٹھا کر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے اور زبان حال سے عرض کرتے رہ گئے کہ اے عظمت والے امام محبوب خدا جیسے جد کریم کا قرب اور خاتون جنت جیسی ناز اٹھانے والی ماں کا پڑوس اور امام حسن جیسے بھائی کی ہمسائیگی کیوں ترک فرمادی مگر یہاں جتنا جتنا رات اپنا تاریک دامن سمیٹی جاتی ہے اُسی قدر اہلِ بیت رسالت کا یہ مختصر قافلہ تیزی کے ساتھ مکہ معظمہ جانے

والی راہ پر بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ صبح ہوتے ہوتے امام عالی مقام مدینہ طیبہ سے دور نکل گئے اور منزلیں طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے۔ کوفیوں کو جب مدینہ منورہ کے تمام واقعات کی اور امام عالی مقام کے مکہ معظمہ آجانے کی اطلاع ہوئی تو مختلف لوگوں نے پے در پے ڈیڑھ سو خط بھیجے کہ ہم سب آپ پر اپنا جان و مال قربان کر دینے کے لیے تیار ہیں آپ یہاں آجایئے اور امام عالی مقام کو اس درجہ یقین دلا دیا کہ امام نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیج دیا اور یہ فرمادیا کہ تم اگر ان کے ارادوں میں خیر اور نیتوں میں خلوص پاؤ تو مجھے اطلاع کرنا میں بھی آنے کے لیے تیار ہوں اور تم اُن سے میری بیعت لینا اسی مضمون کا خط اہلِ کوفہ کے نام لکھ کر امام مسلم کو دے دیا امام مسلم جب کوفہ میں داخل ہوئے کوفیوں نے نہایت عزت سے لیا ادھر تو کم وبیش اٹھارہ ہزار کوفی امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور امام مسلم کو اپنی وفاداری کا ایسا کامل ثبوت دیا کہ انہوں نے امام عالی مقام کو لکھ بھیجا کہ کوفی سچے جاں نثار ہیں ہر طرح قربان ہونے کو تیار ہیں آپ بے تکلف تشریف لے آیئے اُدھر یزید کو اطلاع کر دی کہ امام حسین نے اپنے چچازاد بھائی مسلم کو کوفہ بھیج دیا ہے وہ برابر لوگوں کو بیعت کر رہے ہیں نعمان بن بشیر حاکم کوفہ بظاہر کچھ لوگوں کو اُن کی بیعت سے روکتے اور ڈراتے دھمکاتے ہیں اور باطن میں اُن سے ملے ہوئے ہیں چنانچہ یزید پلید نے فوراً بدنہاد ابن زیاد کو جو اُن دنوں حاکم بصرہ تھا۔ حاکم کوفہ کر کے بھیجا اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اس نے کوفہ میں آکے دیکھا کہ امام مسلم کے ساتھ ایک بڑی جماعت ہے اس نے اپنی عیاری سے بعض امرائے کوفہ کو روپیہ دے کر اور بعض کو ڈرا دھمکا کر اپنا ہم خیال بنالیا اب امام مسلم کا کوئی مونس و مددگار نہ رہا ناچار آپ نے ایک مکان میں پناہ لی کوفیوں کے غول امام مسلم پر حملہ کرتے مگر وہ خدا کا شیر اور شیر خدا کا بھتیجا وہ شجاعت کے جوہر دکھاتا کہ کوفیوں کے چھکے چھوٹ جاتے آخر کار لڑتے لڑتے گرفتار ہو گئے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیے گئے۔ اس بدنہاد نے طرح طرح کی اذیتیں دے کر شہید کر دیا۔

بجرم عشق تو مارا اگر کشند چہ باک
ہزار شکر کہ بارے شہید عشق تو ایم

امام مسلم نے صرف یہ وصیت فرمائی کہ میرے ساتھ کوفیوں کے اس طرزِ عمل کی امام عالی مقام کو اطلاع کر دینا۔ جس دن امام مسلم کوفہ میں شہید کیے گئے ہیں اسی روز امام عالی مقام مکہ معظمہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے جب یہ خبر مکہ معظمہ میں مشہور ہوئی کہ امام حسین نے آٹھویں ذالحجہ کوفہ کا قصد فرما لیا تو عمر بن عبدالرحمٰن نے اس ارادے کا خلاف کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بڑی عاجزی سے ہر چند روکا کوفیوں کی جناب مولا کے ساتھ بے وفائیاں یاد دلائیں اور کہا کہ آپ اہلِ عرب کے سردار ہیں عرب میں رہیے فرمایا: میں آپ کو خیر خواہ جانتا ہوں مگر میں مصمم ارادہ کر چکا ہوں عرض کی تو بیبیوں بچوں کو تو نہ لے جائیے۔ یہ بھی منظور نہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ہائے پیارے ہائے پیارے کہہ کر زار زار رونے لگے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے منع کیا نہ مانا انہوں نے پیشانی مبارک پر بوسہ دے کر فرمایا: اے شہید ہونے والے امام میں تمہیں خدا کو سونپتا ہوں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے روکا فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے مکہ معظمہ کی بے حرمتی کی جائے گی میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں۔ اپنے دنیا سے گزر جانے والے بھائی کی وصیت یاد آتی ہے ادھر ان جلیل القدر صحابہ کی منت وسماجت کا بھی لحاظ ہے مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام کے ناقہ کو قضا مہار پکڑے اُس میدان کی جانب لیے جاتی ہے جہاں پردیسیوں کے قتل ہونے پیاسوں کے شہید کیے جانے کا سامان جمع کیا گیا ہے۔ امام عالی مقام مکہ معظمہ سے چل دیئے اثنائے راہ میں فرزدق شاعر ملے اُن سے کوفیوں کا حال پوچھا۔ عرض کی کہ اے خاندان نبوت کے چشم و چراغ ان کے دل حضور کے ساتھ ہیں اور تلوار بنو امیہ کے ساتھ ہے۔ حضور نہ جائیے۔ ادھر امام وادی بطحا سے باہر ہوئے اُدھر ابن زیاد بدنہاد کو خبر ہو گئی اس نے کوفہ کے نواح میں مختلف مقامات پر فوجیں اُتار دیں امام عالی مقام نے قیس بن مسہر کو اپنی تشریف آوری کی اطلاع دینے کو نے بھیجا یہ قادسیہ پہنچ کر ابن زیاد کے سپاہیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے پھر کوفہ میں ابن زیاد بدنہاد کے پاس بھیج دیئے گئے اُس مردود نے کہا کہ اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو اس چھت پر چڑھ کر حسین کو گالیاں دو وہ خاندان رسالت کا سچا جاں نثار چھت پر گیا اور حمد و نعت

کے بعد بلند آواز سے کہنے لگا کہ حسین آج تمام جہان سے افضل ہیں وہ محبوب خدا کے پیارے بیٹے بتول زہرا کے لال اور جناب مولیٰ کے نونہال ہیں میں ان کا قاصد ہوں انہیں کا حکم مانو پھر کہا ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت ہے آخر اُس لعین نے جل کر حکم دیا کہ چھت سے گرا کر شہید کر دیے جائیں اُسوقت اس بادۂ الفت کے متوالے کا دل امام عالی مقام کی طرف متوجہ ہے اور التجا کے لہجہ میں عرض کر رہا ہے:

بجرم عشق تو ام میکشند غوغائیست
تو نیز برسر بام آ کہ خود تماشائیست

امام عالی مقام اور آگے بڑھے تو زہیر بن قین بجلی ملے وہ حج سے واپس آرہے تھے مولیٰ علی سے کدورت رکھتے تھے مگر امام عالی مقام نے نہ معلوم کیا فرمادیا کہ ساتھ ہو لیے اور اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ جو میرے ساتھ رہنا پسند کرے رہے ورنہ یہ کھلی ملاقات ہے لوگوں نے ساتھ ہو جانے کا سبب پوچھا کہا کہ شہر پر ہم نے جہاد کیا وہ فتح ہوا کثیر غنیموں کے ملنے پر ہم خوش ہوئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم جوانانِ آلِ محمد کو پاؤ تو ان کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑنے پر اس سے زیادہ خوش ہونا اب وہ وقت آگیا ہے میں تم سب کو سپرد بخدا کرتا ہوں پھر اپنی بی بی کو طلاق دے کر کہا گھر جاؤ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تم کو کوئی نقصان پہنچے۔

یہ برکت والا قافلہ اور بڑھا تو ابن اشعث کا بھیجا ہوا آدمی ملا جو حضرت مسلم کی وصیت پر عمل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا اُس سے حضرت مسلم کی شہادت کی خبر معلوم ہونے پر بعض ساتھیوں نے امام کو قسم دی کہ یہیں سے پلٹ جایئے مگر مسلم شہید کے عزیزوں نے کہا کہ ہم کسی طرح نہیں پلٹ سکتے یا خون ناحق کا بدلہ لیں گے یا مسلم مرحوم سے جاملیں گے امام نے فرمایا: تمہارے بعد زندگی بے کار ہے پھر جو لوگ اثنائے راہ میں آملے تھے اُن سے ارشاد فرمایا کہ کوفیوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اب جس کے جی میں آئے پلٹ جائے۔ یہ اس غرض سے ارشاد ہوا تھا کہ لوگ اس لیے ہمراہ ہوئے تھے کہ امام ایسی جگہ تشریف لیے جاتے ہیں جہاں کے لوگ داخل بیعت ہو چکے ہیں یہ سن کر سوا اُن چند بزرگانِ

خدا کے جو مکہ معظمہ سے ہمرکاب تھے سب نے اپنی اپنی راہ لی۔ موضع اشراف سے کچھ ہی بڑھے ہیں کہ ایک سواروں کا لشکر ادھر آتا ہوا نظر آیا جب وہ لوگ قریب آئے تو معلوم ہوا کہ حُر ہیں جو ایک ہزار سواروں کے سردار بنا کر اس غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ جوانانِ جنت کے سردار کو بدکردار ابن زیاد کے پاس لے جائیں اس مقام پر چونکہ ٹھیک دوپہر ہو چکا ہے یہاں امام کے ساتھیوں نے سواریوں کو پانی پینے کی غرض سے کھول دیا ہے اور ساتھ ہی نماز ظہر ادا کرنے کا خیال ہے۔ امام عالی مقام نے حر سے دریافت کیا کہ اپنے ہمراہیوں کو تم نماز پڑھاؤ گے۔ انہوں نے عرض کیا: نہیں حضور امام بنیں ہم سب اقتدا کریں گے غرضکہ امام عالی مقام نے یہاں ایک پرزور تقریر کی جس میں حق اپنی طرف ہونا ثابت کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے بلایا ہے اگر تم مجھے اطمینان دلاؤ تو میں تمہارے شہر کو چلوں ورنہ واپس جاؤں۔ حر نے عرض کیا کہ میں ابن زیاد کی طرف سے اس پر مامور ہوں کہ آپ کو وہاں لے جاؤں لہٰذا دن بھر تو میں آپ کے ہمراہ رہوں گا البتہ شب میں آپ زنانہ خیمہ میں قیام کرنے کے عذر سے جدھر چاہیں چلے جائیں میں تعرض نہ کروں گا۔ ابھی نینوئے پہنچے تھے کہ ایک سوار کوفہ سے آتا ہوا ملا جو حر کے نام ابن زیاد کا اس مضمون کا خط لایا تھا کہ حسین پر سختی کر جہاں ٹھہریں کھلے میدان میں پانی سے دور ٹھہریں اور یہ قاصد تجھ پر برابر مسلط رہے گا تاکہ مجھے تیرے طرز عمل سے مطلع کرے حر نے خط امام کو سنایا اور اپنی مجبوری ظاہر کی یہاں امام کے ساتھیوں میں مشورہ ہونے لگا حتیٰ کہ دن ختم ہو گیا اور محرم کی دوسری رات کا چاند اپنی ہلکی ہلکی روشنی دکھانے لگا دونوں لشکر علیحدہ علیحدہ ٹھہرے اندھیرا بڑھ گیا ہے دونوں طرف شمعیں روشن ہونے لگی ہیں امام عالی مقام کے ہمراہیوں نے امام مظلوم کو اس بات پر تیار کر لیا ہے کہ رات کی تاریکی میں یہاں سے کسی طرف چل دیں تاریک رات خاندانِ نبوت کے چاند تاروں کو اس امر میں مدد دینے کے لیے تیار ہے رات زیادہ آ گئی ہے زمانہ پر نیند کا جادو چل گیا ہے لشکر حُر سے نفیر خواب بلند ہوئی ہے امام جنت مقام جنہوں نے اتنی رات اسی موقع کے انتظار میں جاگ جاگ کر گزاری ہے کوچ کی تیاریاں فرما رہے ہیں اسباب جو شام سے بندھا رکھا تھا بار کیا گیا عورتوں بچوں کو سوار کر دیا گیا ہے اب یہ مقدس

قافلہ اندھیری رات میں فقط اس آسرے پر روانہ ہوگیا ہے کہ رات زیادہ ہے دشمن سوتے رہیں گے اور ہم اُن سے صبح ہونے تک بہت دور نکل جائیں گے باقی رات سواریوں کو تیز چلاتے گزری اب تقدیر کی خوبیاں کہ مظلوموں کو صبح ہوتی ہے تو کہاں کربلا کے میدان میں۔
یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ اور پنج شنبہ کا دن ہے عمر بن سعد اپنا ناپاک لشکر لیے ہوئے سامنے پڑا ہے فرات کے گھاٹوں پر پانچ سو سوار بھیج کر ساقی کوثر کے بیٹے پر پانی بند کر دیا ہے امام عالی مقام کے سمجھانے سے ابن سعد نے ایک صلح آمیز خط ابن زیاد کو لکھ بھیجا اس شقی نے ابن سعد کو حلیم مزاج خیال کیا اور گلزار مصطفوی کے نوشگفتہ پھولوں پر سختی کرنے کے لیے شمر ذی الجوشن کو کوفہ سے روانہ کیا اور اس مضمون کا خط ابن سعد کے نام لکھ کر دیا کہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ تو حسین پر سختی کر انہیں میرا مطیع بنا کر یہاں بھیج دے نہ کہ نرمی کرنے کے لیے تو اگر میرے حکم کی تعمیل کرے تو انعام پائے گا ورنہ ہمارا لشکر شمر کی کمان میں دے دے شمر نے جب ابن زیاد کو خط دیا اُس نے کہا کہ تیرا بُرا ہو تو نے ہی کام بگاڑا ورنہ میں جانتا تھا کہ صلح ہو جائے گی اور حسین ہرگز اطاعت قبول نہ کریں گے خدا کی قسم ان کے پہلو میں ان کے باپ کا دل ہے شمر نے پوچھا اب تو کیا کرنا چاہتا ہے بولا جو ابن زیاد نے لکھا ہے۔ بالآخر نویں محرم ۶۱ھ کو پنج شنبہ کے دن شام کے وقت کوفی لشکر حملہ کیا چاہتا ہے اور امام عالی مقام خیمۂ اطہر کے سامنے رونق افروز ہیں آنکھ لگ گئی ہے اپنے جد امجد کو خواب میں دیکھا ہے کہ لختِ جگر کے سینۂ اقدس پر ہاتھ رکھ کر فرما رہے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّ اَجْرًا۔

الٰہی حسین کو صبر و اجر عطا فرما۔

ارشاد ہوتا ہے کہ تم عنقریب ہم سے ملا چاہتے ہو اپنا روزہ ہمارے پاس آکر افطار کیا چاہتے ہو جوشِ مسرت سے آنکھ کھل گئی دیکھا کہ دشمن حملہ آوری کا قصد کر رہا ہے جمعہ کے خیال سے اور پس ماندوں کو وصیت کرنے کی غرض سے امام نے ایک رات کی مہلت چاہی دی گئی امام عالی مقام نے پھر اپنے ساتھیوں کو جمع کیا ہے اور فرما رہے ہیں صبح ہمیں دشمنوں سے ملنا ہے بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ رات کی تاریکی میں جہاں پاؤ چلے جاؤ دشمن

جب مجھے پائیں گے تمہارا پیچھا نہ کریں گے یہ سن کر امام کے بھائی بھتیجے عرض کر رہے ہیں کہ خدا ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے کہ آپ نہ ہوں اور ہم باقی ہوں۔ امام مسلم کے بھائیوں سے ارشاد ہوتا ہے کہ تمہیں مسلم کی شہادت کافی ہے میں اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ عرض کرتے ہیں کہ ہم لوگوں سے جا کر کیا کہیں یہ کہیں کہ اپنے سردار اپنے آقا اپنے سب سے بہتر بھائی کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ آئے۔ نہ اُن کی طرف سے کوئی تیر پھینکا نہ نیزہ مارا نہ تلوار چلائی اور ہمیں نہیں معلوم ہمارے چلے آنے کے بعد اُن پر کیا گزری ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے بلکہ اپنا جان مال بال بچے سب آپ پر فدا کر دیں گے او آپ پر قربان ہو کر مر جائیں گے۔

خوشا حالے کہ گردم گرد کویت

رُخ پر خوں گریباں پارہ پارہ

امام عالی مقام نے اس رات کچھ ایسے یاس بھرے اشعار پڑھے جن کا مضمون بے کسی اور بے بسی کی ایک پوری تصویر تھا۔ زمانہ صبح وشام خدا جانے کتنے عزیزوں دوستوں کو قتل کرتا ہے اور جس کے قتل کا ارادہ کر لیا ہے اس کے بدلے دوسرے پر راضی نہیں ہوتا ہونے والے واقعہ کی دلخراش آواز حضرت زینب کے کان میں پہنچی صبر نہ ہو سکا۔ آخر بے تاب ہو کر چلاتی ہوئی دوڑیں کاش اس دن سے پہلے مجھے موت آ گئی ہوتی آج میری ماں فاطمہ کا انتقال ہوتا ہے آج میرے باپ علی دنیا سے گزرتے ہیں آج میرے بھائی حسن کا جنازہ اٹھتا ہے اے حسین اے گزرے ہوؤں کی نشانی اور پس ماندوں کی جائے پناہ پھر غش کھا کر گر پڑیں اللہ اکبر آج مالک کوثر کے گھر میں اتنا پانی بھی نہیں کہ بیہوش بہن کے منہ پر چھڑکا جائے جب ہوش آیا تو فرمایا بہن اللہ سے ڈرو اور صبر کرو جان لو سب زمین والوں کو مرنا اور سب آسمان والوں کو گزرنا ہے اللہ کے سوا سب کو فنا ہے۔ میرے ماں باپ بھائی مجھ سے افضل تھے ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کی راہ چلنی چاہیے آخر کار یہ مہلت کی رات بھی گزر گئی اور آنے والے تمام دنوں میں زیادہ درد بھرا دن طلوع آفتاب کے ساتھ ہی نمودار ہو گیا۔ محرم ۶۱ ھ کی دسویں تاریخ وہ بلا انگیز تاریخ ہے جس میں آل محمد کے چند نونہال تین دن

رات بھوکے پیاسے رہ کر کوفیوں کے جور و جفا کا شکار ہوں گے یہ وہی دن ہے جس میں خاتونِ جنت کے خاندان کا ہر نوجوان ایک ایک کر کے فردوسِ بریں میں داخل ہوگا جمعہ کی سحر محشر زا منہ دکھاتی ہے امام عالی مقام خیمہ سے برآمد ہو کر اپنے بہتر ساتھیوں کا لشکر مرتب فرما رہے ہیں جن میں ۳۲ سوار ہیں اور ۴۰ پیادے ہیں میمنہ پر زہیر بن قیس میسرہ پر حبیب بن مظہر سردار بنائے گئے ہیں اس کے بعد امام عالی مقام گھوڑے پر سوار ہوئے اور اتمام حجت کے لیے لشکر اعداء کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے برادرانِ ملت حق اتباع کرنے کے لائق ہے کیا تم مجھے نہیں جانتے میں وہ ہوں میرے جدامجد نے تمہیں کلمہ طیبہ پڑھایا مسلمان کیا اس کا صلہ تم یہ دے رہے ہو کہ مجھ پر اور میرے اہل وعیال پر پانی بند کر رکھا ہے میرے قتل پر آمادہ ہو خون کے پیاسے ہو رہے ہو تم اگر حق پر آؤ تو سعادت پاؤ ورنہ جو کرتا ہے کر گزرو بس اس تقریر کا ختم ہونا تھا کہ اشقیائے کوفہ کا ٹڈی دل لشکر ان بہتر انفاس قدسیہ پر جھک پڑا اور موت کا بازار گرم ہو گیا۔

نزدیک والے تلوار نیزہ چلاتے اور دور والے تیر برساتے مگر جوانانِ آلِ محمد اور جاں نثارانِ اہل بیت کا ایک ایک آدمی اس جاں بازی اور سرفروشی سے لڑا کہ آج دنیا میں ایک نظیر قائم کر دی اور دفتر شہادت کو اس اصول پر مرتب کیا کہ پہلے جاں نثار اپنی جانیں قربان کر لیں پھر بعد میں جوانانِ آلِ محمد میدان میں آئیں لشکر اعداء میں سے حضرت حُر بھی امام عالی مقام کے ساتھ ہو گئے ہیں اور اپنے حراست میں لینے کی معافی چاہ لی ہے اب یہ مٹھی بھر لشکر صبح سے برسرِ پیکار ہے لڑتے لڑتے جمعہ کی نماز کا وقت آ گیا ہے نماز کی مہلت چاہی ان بے دینوں نے قبول کر لیا نماز کے بعد پھر بدستور میدان کارزار گرم ہو گیا اور خاندانِ نبوت کے فدائی بڑے شوق و ذوق سے اپنی جانیں قربان کرنے لگے ان مقدس گروہ کا ایک متنفس بھی لشکر اشقیا پر حملہ کرتا تو سارے لشکر میں ہل چل پڑ جاتی۔ روضۃ الشہدا میں ہے کہ جب حُر زخمی ہو کر گرے امام کو آواز دی امام عالی مقام بے قرار ہو کر تشریف لے گئے اور سخت جنگ کرنے کے بعد اُٹھا لائے زمین پر لٹا دیا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر پیشانی اور رخساروں کی گرد دامن سے پونچھنے لگے حُر نے آنکھ کھول دی اور اپنا سر امام کے زانو

پر پاکر مسکرائے اور عرض کی کہ حضور اب تو مجھ سے خوش ہیں۔ فرمایا ہم تم سے راضی ہیں اللہ بھی تم سے راضی ہو۔ حُر نے یہ مژدہ سن کر امام پر نقد جاں نثار کیا۔

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

حُر کی شہادت کے بعد سخت لڑائی شروع ہوگئی جب امام عالی مقام کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اب ہم میں امام کی حفاظت کرنے کی طاقت نہ رہی تو شہید ہونے میں جلدی کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو ہمارے جیتے جی امام عرش مقام کو کوئی صدمہ پہنچے اللہ اکبر جاں نثاری یہ ہے اور قربان ہو جانا اسے کہتے ہیں غرضکہ امام عالی مقام کے تمام رفقا ایک ایک کر کے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے اور میدان میں اب صرف جوانانِ آلِ محمد نظر آنے لگے لڑائی کا یہ منظر بڑا قابلِ دید منظر ہے۔ اب وہ مقدس اور پاک نفوس شمشیر بکف ہو کر میدان میں آ گئے ہیں جن کی شجاعت کا چرچا آسمان کے رہنے والے فرشتوں اور زمین کے بسنے والے انسانوں میں ہے۔ اس وقت اگر کربلا کا میدان جنگجو بہادروں سے بھرا ہوا ہے تو فضائے آسمان کو ملائک نے آ آ کے بھر دیا ہے ایک طرف اگر شہدائے سلف کی روحیں اس خونی منظر کو دیکھنے آگئی ہیں تو دوسری طرف خود سرکار دو عالم جناب احمد مختار ﷺ اپنے جگر گوشوں کے صبر و ثبات، بسالت و شجاعت کا نظارہ فرمانے تشریف لے آئے ہیں نوجوانانِ اہلِ بیت ایسے جانبازانہ حملے کر رہے ہیں کہ ادھر شہدائے کرام کی روحیں بے اختیار جزاک اللہ کہہ اٹھتی ہیں اُدھر صف ملائکہ کی آفرین سے ہوا گونجنے لگتی ہے محمدی کچھار کے شیر جدھر حملہ کرتے ہیں اُدھر کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں کوئی بھیڑوں کے گلے کی طرح بھاگتے نظر آتے ہیں مگر دشمن کے بے شمار لشکر سے یہ گنتی کے سادات کبار کب تک لڑتے آخر کار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اب امام مظلوم تنہا رہ گئے خیمے میں تشریف لا کر اپنے چوتھے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو (جو عوام میں علی اصغر مشہور ہیں) گود میں اٹھا کر میدان میں لائے ایک شقی نے ایسا تیر مارا کہ گود ہی میں ذبح ہو گئے امام نے اُن کا خون زمین پر گرایا اور دعا کی کہ الٰہی اگر تو نے آسمانی مدد ہم سے روک لی ہے تو انجام بخیر فرما اور ان ظالموں سے بدلہ لے۔

پھول کھل کھل کر بہار جانفزا دکھلا گئے

حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

انسان جب ہوا و ہوس کے مضبوط چنگل میں پھنس جاتا ہے تو اسے اپنے کردار کی بھلائی برائی میں امتیاز نہیں رہتا بلکہ اُسے وہی مشورہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جو مطلوب تک پہنچا دے اور اُسی کو صلاح نیک جانتا ہے جس سے مطلب براری ہو جائے خواہ اسکا مطلوب شر محض یا محال و ناممکن ہو۔

حُبُّکَ الشَّیْ یُعْمِی وَ یُصِمُّ.

یوں ہی حسن و عشق کے نام لیوا وصالِ محبوب کے اس درجہ متوالے ہوتے ہیں کہ وصال کے شوق میں فراق کی گھڑیاں گنتے عمر کٹ جاتی ہے پھر اگر قسمت کی یاوری سے وعدۂ وصال کے دن قریب آ جاتے ہیں تو اُن کی روح اس قفس عنصری میں بے حد گھبراتی اور پریشان ہوتی ہے اور اس گھڑی کی بڑے شوق سے منتظر رہتی ہے کہ جس گھڑی اس قید تنہائی کا زمانہ ختم ہو اور قفس عنصری ٹوٹے اور وہ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

چنانچہ یزید ابن زیاد ابن سعد نے جو کچھ اب تک خاندانِ نبوت کے ساتھ کیا وہ خلافت امارت وحکومت کی ہوس میں کیا اور اب جو کچھ امام مظلوم کے ساتھ کرے گا وہ بھی اُسی ہوس ہی پر مبنی ہوگا اور امام عالی مقام نے اب تک جو کچھ کیا وہ وصال محبوب کے شوق میں اور اب وعدۂ وصل چونکہ قریب آ چکا ہے اس لیے امام عرش مقام کی روح فضل شہادت کی مضطربانہ انتظار کر رہی ہے۔

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک

آتشِ شوق تیز تر گردد

اب یہ میدانِ کربلا کا سب سے پچھلا مگر سب سے زیادہ دل ہلا دینے والا نظارہ ہے کہ امام عالی مقام ہزاروں دشمنوں خون کے پیاسوں کے نرغے میں بالکل یکہ وتنہا رہ گئے ہیں اور اس وقت کس قیامت کا دردناک منظر پیش نظر ہے کہ امام مظلوم اپنے گھر والوں سے رخصت ہو رہے ہیں بے کسی کی حالت تنہائی کی کیفیت تین دن کے پیاسے مقدس جگر پر

سینکڑوں تیر کھائے ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر جانے کا سامان فرما رہے ہیں اہلِ بیت کی صغیر سن صاحبزادیاں دنیا میں جنکی ناز برداری کا آخری فیصلہ ان کی شہادت کے ساتھ ہونے والا ہے بے چین ہو ہو کر رو رہی ہیں بے کس سیدانیاں جن کا عیش و آرام ان کی رخصت کے ساتھ خیر باد کہنے والا ہے سخت بے چینی کے ساتھ اشک بار ہیں بعض وہ مقدس صورتیں جن کو بے کسی کی بولتی ہوئی تصویر ہر طریقہ سے کہنا درست ہوسکتا ہے جن کا سہاگ خاک میں ملنے والا اور جن کا ہر آسرا ان کے مقدس دم کے ساتھ ٹوٹنے والا ہے روتے روتے بے حال ہو گئی ہیں اس وقت حضرت امام زین العابدین کے دل سے کوئی پوچھے کہ حضور کے ناتواں دل نے آج کیسے کیسے صدمے اٹھائے اور اب کیسی کیسی مصیبتوں کے سامان ہو رہے ہیں بیماری پردیس بچپن کے ساتھیوں کی جدائی کے ساتھ کھیلے ہووں کا فراق پیارے بھائیوں کے داغ نے دل کا کیا حال کر رکھا ہے اب ضد پوری کرنے والے اور ناز اٹھانے والے باپ کا سایہ بھی سر مبارک سے اٹھنے والا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ ان تکلیفوں مصیبتوں میں کوئی بات پوچھنے والا نہیں۔

دردِ دل اٹھ اٹھ کے کس کا راستہ تکتا ہے تو
پوچھنے والا مریض بے کسی کا کون ہے

اب امام بچوں کو کلیجہ سے لگا کر عورتوں کو تلقین صبر فرما کر تشریف لے چلے ہیں ہائے اس وقت کوئی اتنا بھی نہیں کہ رکاب تھام کر سوار کرائے یا میدان تک ساتھ جائے ہاں کچھ بے کس بچوں کی دردناک آوازیں اور بے بس عورتوں کی مایوسی بھری نگاہیں ہیں جو ہر قدم امام کے ساتھ ساتھ ہیں امام مظلوم کا قدم آگے پڑتا ہے یتیمی بچوں اور بے کسی عورتوں سے قریب ہوتی جاتی ہے امام کے متعلقین امام کی بہنیں جنہیں ابھی صبر کی تلقین فرمائی گئی ہے اپنے زخمی کلیجوں پر صبر کی بھاری سل رکھے ہوئے سکوت کے عالم میں بیٹھی ہیں یہ کچھ اس قیامت کا دردناک نظارہ ہے کہ جس کے دیکھنے کے لیے حوریں جنت سے نکل آئی ہیں۔ فرشتوں نے سطح ہوا پر ہجوم کیا ہے اور خود حضور انور ﷺ اپنے بیٹے اپنے لاڈلے حسین کی قتل گاہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ ریش مبارک اور سر اطہر کے بال گرد میں اٹے ہوئے اور مقدس

آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا ہوا ہے دست مبارک میں ایک شیشہ ہے جس میں شہیدوں کا خون جمع کیا گیا ہے اور اب مقدس دل کے چین پیارے حسین کے خون بھرنے کی باری ہے۔

بچۂ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ ہاشمی

ساعت آہ و بکاؤ بیقراری آ گئی
سید مظلوم کی رن میں سواری آ گئی
ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید
اب امام بے کس و تنہا کی بار آ گئی

اب چاروں طرف سے امام مظلوم پر جنہیں شوقِ شہادت ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ میں اکیلا کر کے لایا ہے زغہ ہوا امام داہنی طرف حملہ فرماتے تو دور تک سواروں پیادوں کا نشان نہ رہتا بائیں طرف تشریف لے جاتے تو دشمنوں کو میدان چھوڑنا پڑتا خدا کی قسم وہ فوج اس طرح اُن کے حملوں سے پریشان تھی جیسے بکریوں کے گلے پر شیر آ پڑتا ہے لڑائی نے طول کھینچا ہے۔ دشمنوں کے چھکے چھوٹے ہوئے ہیں ناگاہ امام کا گھوڑا بھی کام آ گیا پیادہ ایسا قتال فرمایا کہ سواروں سے ممکن نہیں۔ حملہ کرے اور فرماتے کیا میرے قتل پر جمع ہوئے ہو ہاں خدا کی قسم میرے بعد کسی کو قتل نہ کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناخوشی کا باعث ہو جب شمر خبیث نے کام نکلتا نہ دیکھا لشکر کو للکارا تمہاری مائیں تم کو روئیں کیا انتظار کر رہے ہو حسین کو قتل کرو اب چار طرف سے ظلمت کے ابر اور تاریکی کے بادل فاطمہ کے چاند پر چھا گئے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں شانہ مبارک پر تلوار ماری امام تھک گئے ہیں زخموں سے چور ہیں ۳۳ زخم نیزے کے اور ۳۴ گھاؤ تلوار کے لگے ہیں تیروں کا شمار نہیں اٹھنا چاہتے ہیں اور گر پڑتے ہیں اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گر پڑا سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا سر کاٹ لے

اُس کا ہاتھ کانپا سنان ولد الشیطان بولا تیرا ہاتھ بیکار ہو اور خود گھوڑے سے اتر کر محمد رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا اور سر مبارک جدا کر لیا۔ امام عالی مقام شہید تو ہو گئے دیکھنا یہ ہے کہ کمال شہادت کے تمام مراتب کو کس خوبی سے طے فرمایا شہید ہوتے ہیں تو کمال وطن مالوف (مدینہ منورہ) سے منزلوں دور غریب الوطنی کی حالت میں اور وہ بھی کب جبکہ تن تنہا رہ گئے بھائی بیٹے بھانجے بھتیجے غرضیکہ سب جاں نثار ایک ایک کر کے آپ کے سامنے ذبح کر دیئے گئے۔ جان بھی دیتے ہیں تو کس جانبازی سے کہ دشمنوں کے ٹڈی دل کو خطرے میں بھی نہ لائے اور نہ مدافعت جیسے کمزور اصول کی پابندی کی بلکہ دلیرانہ حملہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے اور پسماندوں میں چھوڑا تو کسے بعض یتیم بچوں اور چند بے کس بیواؤں کو کہ انہیں بھی دشمنوں نے قید کر لیا ستم یہ کہ وہ اب بھی ظالم دشمنوں کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکے بلکہ ان کے خیمے لوٹ لیے گئے لاش یوں ہی کھلے میدان میں پڑی رہتی تو صبر آتا یہ بھی نہ ہوا بلکہ فاطمہ کے گود کے پالے اور مصطفیٰ ﷺ کے سینہ پر کھیلنے والے کے تن مبارک کو گھوڑوں سے روندا گیا کہ سینہ و پشت نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ سر کو قلم کر کے پہلے کوفہ میں ابن زیاد کے پاس پھر وہاں سے شہروں و قصبوں و دیہاتوں میں ہوتا ہوا دمشق میں یزید پلید کے پاس بھیج دیا گیا غرضکہ وہ کون سی مصیبت تھی جو امام عالی مقام نے نہایت صبر و استقلال سے برداشت نہ کی تین شب و روز بھوک پیاس کی تکلیف اٹھائی جواں بیٹوں بھانجوں بھتیجوں کی لاشیں خاک و خون پر تڑپتی دیکھیں بے گناہ بچوں نے تیر کے نشانے کھا کر گود میں دم دیا واہ رے استقلال و ثابت قدمی کہ یہ کچھ منظور کیا مگر ایک فاسق فاجر کی بیعت کو منظور نہ کیا یہی وجہ ہے کہ آج تمام عالم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کا دل امام عالی مقام کی عظمت سے پر نہ ہو اور یزید جیسے پلید کو اہلِ بیت رسالت کی بے حرمتی کرنے پر دل سے برا نہ جانتا ہو امام مظلوم کو شہید کر کے یزید اور اس کے حواری خواہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو ہرگز نہیں اس لیے کہ ان ظالموں نے اگر بوستان رسالت کے مہکتے ہوئے پھولوں کو پتی پتی کر کے بکھیرا یا خاندانِ نبوت کے گھروں کو بے چراغ کیا اور تمام مسلمانوں کے کلیجوں میں ہاتھ ڈالا یا دنیا بھر کی

لعنت ملامت اپنے سرلی تو کس لیے چند ماہ کی حکومت کے لیے کہ اس کے بعد امام عرش مقام کے چاہنے والے رب عزوجل نے اُن میں سے ایک ایک کو کتے سوؤر کی موت مار کر جہنم رسید کردیا مگر اس معرکہ میں کامیاب ہوئے تو کون جو بظاہر ناکام رہے اور فتح ہوئی تو کس گروہ کی جس کی شکست کا دنیا بھر کو آج تک کامل یقین ہے بات یہ ہے کہ عشاق کے نزدیک کامیاب زندگی وہ ہے جس کا اختتام رضائے محبوب پر ہو ورنہ اُن کے نزدیک زندگی بے نتیجہ اور موت بے لطف، امام مظلوم کے ساتھیوں نے اپنے محبوب (امام عالی مقام) پر اُن کے آنکھوں دیکھتے گلے کٹوادیے کہ اُن کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس امام عرش مقام نے اپنے محبوب (باری تعالیٰ) کی رضا پر گھر لٹادیا اہل وعیال بھائی بھانجے بھتیجے غرض کہ سارے خاندان کو قربان کردیا اور منہ سے اُف نہ کی اور اُن سب کے بعد اپنی جان رضائے محبوب پر قربان کر کے خود بھی فردوس بریں میں مقام کیا۔ اس طرح اپنی اس مہم میں کامیاب ہو گئے خداوند عالم دنیا و آخرت قبر و حشر میں ہمیں اُن کی برکات سے بہرہ مندی بخشے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔